کشف المحجوب

اور

فکر و عمل کی اِصلاح

۱۹ صفر، ۱۴۴۴ھ / 16 ستمبر، 2022ء

مجلسِ عُلماءِ نظامیہ پاکستان

042-37374429 0315-7374429
alnizamia7374429@gmail.com

مرکزی دفتر: جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّيۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡمِ، أَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيۡ مُسۡتَقِيۡمًا فَاتَّبِعُوۡهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمۡ عَنۡ سَبِيۡلِهٖ ذٰلِكُمۡ وَصّٰكُمۡ بِهٖ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ۔

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغۡوِيَنَّهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ o اِلَّا عِبَادَكَ مِنۡهُمُ الۡمُخۡلَصِيۡنَ۔

تاریخِ انسانیت کا سب سے سنہرا دور وہ تھا جب رحمتِ عالم ﷺ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی نگاہوں کے سامنے اُن میں موجود تھے۔ اُس وقت رسول اللہ ﷺ کی جلوہ گری سے روحانی فیوض و برکات بھی ہر زمانے سے بڑھ کر تھے، تربیتِ نبوی کی برکت سے اخلاقی اقدار بھی بلند ترین درجہ پر تھیں، قرآن و سنت پر عمل کا انداز بھی ہر زمانے سے نرالا تھا اور ربّ تعالیٰ کی بارگاہ سے ملنے والا اجر بھی سب سے زیادہ تھا۔ وصالِ نبوی کے بعد صحابہ کرام اور تابعین علیہم الرضوان کے دور میں دورِ نبوی کی جھلک باقی رہی، پھر رفتہ رفتہ لوگ دین سے دُور ہوتے گئے، مختلف فتنے پیدا ہونے لگے، مفاد پرستوں نے دین کا حلیہ بگاڑ دیا، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ خرابیاں بڑھتی رہیں، اب بھی روز بروز بڑھ رہی ہیں اور آنے والے ادوار میں مزید بڑھنے کا خدشہ ہے۔

سیدنا ابوہُریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا: «يَكُوْنُ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ،[1] يَأْتُوْنَكُمْ مِنَ الْأَحَادِيْثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوْا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ،[2] فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ، لَا يُضِلُّوْنَكُمْ وَلَا يَفْتِنُوْنَكُمْ.» یعنی ”قیامت کے قریب کئی بڑے دھوکے باز بڑے جھوٹے آئیں گے (علما و مشائخ کا رُوپ اختیار یں گے، مگر حقیقت میں دین کے ترجمان نہیں ہوں گے)، وہ تمہارے سامنے ایسی باتیں پیش کریں گے جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے سُنی ہی نہیں ہوں گی (غلط عقیدے، باطل احکام، گھڑی ہوئی حدیثیں اور جھوٹی باتیں پھیلائیں گے)، اُن سے بچنا، اُن سے بچنا، کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں، کہیں وہ تمہیں فتنے میں مبتلا نہ کر دیں۔“ (صحیح مسلم، حدیث:7)

اِس حدیث پاک میں رسول اللہ ﷺ نے جس صورتِ حال کا تذکرہ کیا وہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، کہیں کوئی انجینئر دین کی من مانی تشریحات کر رہا ہے تو کہیں کوئی ڈاکٹر اپنی نت نئی تحقیقات پیش کر رہا ہے، ایک طرف سیاسی لیڈر اپنی بے ہودہ سیاست چمکانے کے لیے مذہبی استعارات کا سہارا لیتے ہیں تو دوسری طرف بدعقیدہ لوگ قرآن و سنت کے نام پر لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں، بلکہ بہت سے سجادہ نشین اپنے ہی بزرگوں کی تعلیمات کے برعکس گمراہی پھیلا رہے ہیں۔

---

[1] يَعْنِي: سَيَكُونُ جَمَاعَةٌ يَقُولُونَ لِلنَّاسِ: نَحْنُ عُلَمَاءُ وَمَشَايِخُ نَدْعُوكُمْ إِلَى الدِّينِ. (مرقاۃ المفاتیح، تحت حدیث:154)

[2] أَيْ: يَتَحَدَّثُونَ بِالْأَحَادِيثِ الْكَاذِبَةِ وَيَبْتَدِعُونَ أَحْكَامًا بَاطِلَةً وَاعْتِقَادَاتٍ فَاسِدَةً. (أيضا)

ایسے میں دین وایمان بچانے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلیں، اُنھوں نے دین کی جو تشریح کی ہے صرف اُسے ہی تسلیم کریں اور اُنھوں نے جو مسلک اختیار کیا تھا ہم بھی اُسی کو اختیار کریں؛ کیونکہ بزرگانِ دین / اولیاء اللہ وہ عظیم لوگ ہیں جن کے بارے میں شیطان نے کہا تھا: فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ o اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ۔ یعنی ”اے اللہ! مجھے تیری عزت کی قسم مَیں ضرور اُن سب کو گمراہ کردوں گا، سوائے تیرے اُن بندوں کے جنہیں تُو نے چُن لیا ہے۔“[ص38:82،83]

اللہ تعالیٰ کے منتخب اور محبوب بندوں میں ایک نمایاں نام فیضِ عالم حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

اِس وقت لاہور میں آپ کا 979واں عرسِ مبارک جاری ہے۔

برصغیر میں اسلام کی شمع آپ نے روشن کی۔ آپ نے جہاں اپنی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں بے شمار سینوں کو نورِ اسلام سے منوّر کیا، وہیں وصالِ مبارک کے بعد بھی ایک جہان کو فیض عطا کیا اور آج بھی عطا کر رہے ہیں۔

خواجہ خواجگاں معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے بجا طور پر فرمایا:

گنج بخش فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را راہ نما

ظاہر ہے کہ جب فیضِ عالم رحمۃ اللہ علیہ برصغیر میں تشریف لائے تب موجودہ دور کے فرقے تھے ہی نہیں، چنانچہ آپ کی تعلیمات خالص اسلامی تعلیمات ہیں۔ آپ کی کتاب کَشْفُ الْمَحْجُوْب علم ودانش کا بہت بڑا خزانہ ہے جس سے ہر دور میں اُمّت استفادہ کرتی رہی ہے اور یہ موجودہ دور میں بھی بہترین راہ نمائی کرتی ہے۔

سوانحی خاکہ

قُدوۃ السالکین، زُبدۃ العارفین فیضِ عالَم ابو الحسن علی بن عثمان جُلَّابی ہُجویری [1] المعروف سیدنا داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت تقریباً 400ھ / 1009ء کو مشرقی افغانستان کے شہر غزنی میں ہوئی۔

آپ نَجِیبُ الطَرَفَیْن سَیّد ہیں، والد ماجد حضرت عثمان رحمۃ اللہ علیہ حَسَنِی سادات سے ہیں، وہ اپنے وقت کے جید عالم اور عابد و زاہد تھے [2] اور والدہ ماجدہ حُسَیْنِی سادات سے ہیں، آپ بھی عابِدہ وزاہِدہ خاتون تھیں۔

---

[1] آپ کے خاندان نے غزنی کے دو محلّوں جُلَّاب و ہجویر میں رہائش اِختیار فرمائی۔(سفینۃ الاولیاء)

[2] شاہانِ غَزنیہ کے زمانے میں دنیا بھر سے اہلِ علم غزنی میں جمع ہوگئے تھے، جس کی وجہ حضرت عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے یہیں رہائش اختیار فرمائی۔

فیضِ عالَم رحمۃ اللہ علیہ کو بچپن سے علمِ دین حاصل کرنے کا شوق تھا، چنانچہ مختلف اکابر سے علمِ دین حاصل کیا، پھر شیخِ طریقت حضرت خواجہ ابوالفضل محمد بن حسن خُتّلی [1] علیہ الرحمہ (م:420ھ) کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور اُنہی کے حکم پر لاہور تشریف لائے اور دینِ اسلام کی یوں تبلیغ کی کہ اقبال علیہ الرحمہ نے کہا

خاکِ پنجاب از دمِ اُو زندہ گشت
صبحِ ما از مہرِ اُو تابندہ گشت

اکثر تذکرہ نگاروں کے نزدیک آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وصالِ مبارک ۲۰ صفر المظفر،۴۶۵ھ / 1072ء کو ہوا۔

ترتیبِ افضلیت

اہلِ حق کا ہمیشہ سے اِس بات پر اتفاق اور اجماع رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ افضل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ عزت، سب سے اُونچا مقام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ آپ پر راضی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دیگر انبیائے کرام علٰی نَبِیِّنا وعلیہم الصّلوٰۃُ والسّلام کی فضیلت سب سے زیادہ ہے، پھر مقرب فرشتے سب سے زیادہ معزز ہیں، اُن کے بعد بارگاہِ الٰہی میں سب سے بڑا رُتبہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفائے راشدین علیہم الرضوان کو ترتیبِ خلافت کے مطابق حاصل ہے۔یعنی انبیائے کرام علیہم الصّلوٰۃُ والسّلام کے بعد تمام انسانوں میں سب سے زیادہ عزت، سب سے اُونچا مقام سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے اور اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ آپ پر راضی ہے، پھر سیدنا عمر فاروق، پھر سیدنا عثمان غنی، پھر سیدنا علی مرتضٰی شیرِ خدا، پھر عَشَرَہ مُبَشَّرہ کے بقیہ صحابہ کرام، حضراتِ حسنَین کریمَین، اہلِ بدر، اہلِ اُحد اور اہلِ بیعتِ رِضوان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو سب سے زیادہ فضیلت حاصل ہے۔

نیز اہلِ حق کا اِس بات پر بھی اتفاق ہے کہ تمام صحابہ کرام اور اہلِ بیتِ عظام رضی اللہ عنہم کا ذکر ہمیشہ اچھے الفاظ میں کیا جائے گا اور اُن میں سے کسی پر بھی اعتراض کرنا سخت گناہ ہے۔

(دیکھیے رسالہ اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفیٰ والاٰل والاصحاب، فتاوی رضویہ، ج:29، ص:339تا390، رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ)

فیضِ عالم داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے یہی عقائد **کشف المحجوب** میں ذکر فرمائے ہیں۔ موجودہ دور میں بعض لوگ فیضِ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت کا دم بھرتے ہیں، خود کو سُنّی کہلاتے ہیں، مگر یہ عقائد تسلیم نہیں کرتے:

- بعض سیدنا علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ کو سب سے افضل کہتے ہیں۔

---

[1] خُتَّل کی طرف نسبت سے خُتّلی ہے۔(معجم البلدان، باب الخاء والتاء وما یلیھما،2/215)"خُتل" یا "ختلان" تاجکستان کے ایک علاقہ کا نام ہے۔

- کچھ تقسیم کرتے ہیں کہ ظاہری خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں، جب کہ روحانی خلیفہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہیں۔
- بعض بدزبان سیدنا امیر معاویہ یا دیگر صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں زبان درازی کرتے ہیں۔

چنانچہ سادہ لوح کم علم مسلمان اِن لوگوں کی باتوں میں آکر اپنا عقیدہ خراب کر بیٹھتے ہیں۔

حضور فیضِ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے کشف المحجوب کے ساتویں باب میں اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تذکرہ فرمایا ہے اور باب کا آغاز سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکرِ خیر سے کیا ہے۔ ذکرِ صدیقی کی ابتدا میں جو الفاظ ذکر فرمائے اُن سے اہلِ سنت کا عقیدہ واضح ہو جاتا ہے۔

فرمایا: شیخ الاسلام و بعدِ انبیاء خیر الانام، خلیفۂ پیغمبر و امام و سیدِ اہل تجرید، و شہنشاہِ اربابِ تفرید و از آفاتِ نفسانی بعید، ابوبکر عبداللّٰہ بن عثمان الصدیق رضی اللّٰہ عنہما. "شیخ الاسلام، افضل البشر بعد الانبیا، (ظاہر و باطن میں[1]) رسول اللہ ﷺ کے پہلے خلیفہ، دُنیا سے بے رغبتی رکھنے والوں کے امام و سردار اور خلوتِ خاص پانے والوں کے شہنشاہ[2] اور نفسانی خواہشات سے دُور، امیر المؤمنین ابو بکر عبد اللہ بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

پھر ترتیب کے ساتھ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دیگر خلفائے ذیشان علیہم الرضوان کا تذکرہ فرمایا اور ہر ایک کے ذکرِ خیر کا آغاز اُن کے شایانِ شان حسین القابات سے کیا۔

آٹھویں باب میں ایک جگہ یزید کا تذکرہ آیا تو فیضِ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:

یزید بن معاویہ عَلَیْہِ مَا یَسْتَحِقُّ أَخْزَاہُ اللّٰہُ دُوْنَ أَبِیْہِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ یزید پر وہ نازل کرے جس کا وہ مستحق ہے، اللہ تعالیٰ یزید کو ذلیل کرے، مگر اُس کے والد سیدنا امیر معاویہ کو عزت دے۔[3]

دُنیا جانتی اور مانتی ہے کہ داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ علما کے سر کا تاج ہیں، مشائخ کے راہ نما ہیں اور سادات کا فخر ہیں، جو شخص اُن کے ذکر کیے ہوئے عقائد سے منہ پھیرتا ہے وہ عالم یا پیر کہلانے کا حق نہیں رکھتا اور نہ ہی وہ سادات کا ترجمان ہو سکتا ہے۔

---

[1] فیضِ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت کی تقسیم نہیں کی، نیز سب سے پہلے اُن کا ذکر کیا۔ یہ اِس بات پر واضح دلیل ہے کہ اُن کے نزدیک آپ رضی اللہ عنہ ظاہر و باطن میں سرورِ عالم ﷺ کے پہلے خلیفہ ہیں۔

[2] درج بالا فارسی الفاظ کا یہ ترجمہ مولانا مفتی سید غلام معین الدین نعیمی علیہ الرحمہ کے ترجمہ سے ماخوذ ہے۔

[3] دون أبیہ فرمایا کر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے "خِزْی" (ذلت) کی نفی اِسی لیے فرمائی کہ اُن کا اِعزاز مقصود ہے۔

شریعت کی پابندی

قرآن وسنت کے احکام کو "شریعت" کہا جاتا ہے۔ پھر جن احکام کا تعلق ظاہری اعمال سے ہے اُن کا ذکر "علم فقہ" میں ہوتا ہے، جبکہ دل کو پاک صاف کرنے کے جو طریقے ہیں اُنھیں "تصوُّف" کہا جاتا ہے۔ اِسی کو "علم الاخلاق"، "طریقت" اور "سلوک" وغیرہ ناموں سے بھی ذکر کیا جاتا ہے۔[1]

بعض لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہوتے ہیں کہ شریعت وطریقت الگ الگ چیزیں ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ ابتدائی مراحل میں شریعت کی پابندی ضروری ہوتی ہے، جب انسان کو اللہ تعالیٰ کا قرب مل جائے تو اُس پر شریعت کی پابندی لازم نہیں رہتی۔ جاہل لوگ صدیوں سے اِس غلط فہمی میں مبتلا ہیں اور ہر دور کے علما اور صوفیا اِن کا رد کرتے رہے ہیں۔

شریعت کے حوالے سے قرآنِ کریم فرماتا ہے: وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ. "(اے محبوب! فرما دیجیے:) یہ (شریعت) میرا سیدھا راستہ ہے تو اِس کی پیروی کرو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو، ورنہ وہ راستے تمہیں اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گے۔ اللہ تمہیں اس کی تاکید فرماتا ہے؛ تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔" [الانعام6:153]

فیضِ عالم حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بے دین ملعونوں کا ایک گروہ صوفیا کے طریقے سے تعلق رکھ کر کہتا ہے: خِدْمَتْ چَنداں بایَدْ که بنده وَلی شُوَدْ، وَچُوں ولی شُدْ خِدْمَتْ بَرْ خاسْت. بندے کو اتنی خدمتِ حق تعالیٰ کرنی چاہیے کہ وہ ولی ہو جائے، جب ولی ہو جائے گا تو شریعت کی پابندی ختم ہو جائے گی۔ داتا صاحب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: وَاِیں ضَلالَت است پیدا، وَہیچ مقام نیست اَنْدَرْ راهِ حَق که ہیچ رُکْن اَزْ اَرْکانِ خِدْمَت بَرْ خیزَدْ. یہ واضح گمراہی ہے، راہِ حق میں کوئی ایسا مقام نہیں کہ کوئی بندہ ارکانِ شریعت میں سے کسی رکن سے آزاد ہو جائے۔

(کشف المحجوب فارسی، الباب الرابع عشر[قبیل الکلام فی إثبات الکرامات]، ص:271، سنگِ میل پبلی کیشنز)

سیدِ ہجویر علیہ الرحمہ کی اِس عبارت سے سبق ملتا ہے کہ نہ تو انسان خود شریعت پر عمل کرنے میں کبھی کوتاہی کرے اور نہ ہی کسی ایسے شخص کو اپنا راہ نما و مُرشد بنائے جسے شریعت کی پرواہ نہیں۔

---

[1] مزید معلومات کے لیے ملاحظہ کیجیے رسالہ مَقَالُ الْعُرَفَاءِ بِاِعْزَازِ شَرْعٍ وَعُلَمَاء ہے۔ (فتاوی رضویہ، ج:21) اس رسالے میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس اولیاءِ کرام علیہم الرحمہ کے اسّی (۸۰) ارشادات مبارکہ شریعت کی اہمیت اور علماءِ دین کے اِعزاز و تکریم سے متعلق نقل فرمائے ہیں۔

خود پسندی سے اجتناب

ہمارے دور کا ایک بہت بڑا فتنہ "خود پسندی" بھی ہے۔ خود پسندی کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی کسی خوبی کو اپنا کمال سمجھے اور اِس بات سے بے خوف ہو جائے کہ یہ خوبی عطا کرنے والا ربّ جلّ جلالہٗ اِسے واپس بھی لے سکتا ہے۔[1] مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے کسی کو مال، علم، حُسن، اقتدار وغیرہ... کوئی بھی نعمت دی، یہ شخص اِسے اللہ تعالیٰ کی عطا سمجھنے کے بجائے اِس غلط فہمی میں مبتلا ہو جائے کہ یہ میرا اپنا کارنامہ ہے اور میری یہ خوبی ہمیشہ میرے پاس رہے گی۔

اِس وقت اکثر عوام اور حکمران اِس بیماری میں مبتلا ہیں، سیاسی جماعتوں کے قائدین نے اپنے ارد گرد ایسے لوگ جمع کر رکھے ہیں جو ہر وقت اُن کی تعریفیں کرتے ہیں اور وہ بھی صرف اپنی تعریف ہی سننا چاہتے ہیں، کئی لیڈر تو اتنے خود پسند ہیں کہ اپنی ذات کو حق کا معیار سمجھتے ہیں اور خالص دینی اصطلاحات کو اپنی بے ہودہ سیاست کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اُن کے جاہل ورکرز بھی اپنے لیڈر کو غلطی سے پاک اور نجات کا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔

خود پسندی کی آفت اور اُس کے اسباب: فیضِ عالم داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا: ہیچ آفت و حجاب نیست اندر ایں طریق صعب تر از آں کہ کسے بہ خود مُعجب شود. راہِ خدا میں سب سے بڑی آفت یہ ہے کہ کوئی شخص خود پسندی میں مبتلا ہو جائے۔ پھر فرمایا: خود پسندی دو چیزوں سے پیدا ہوتی ہے:

1) مخلوق میں عزت و وجاہت ملے اور وہ تعریف کرے، یوں کہ بندے کا کردار مخلوق کو پسند آئے، لوگ اُس کی تعریف کریں اور بندہ خود پسندی میں مبتلا ہو جائے۔

2) کوئی شخص خود ہی اپنے کردار کو اچھا سمجھنے لگے اور خود کو اُس کا اہل سمجھ کر خود پسندی میں مبتلا ہو جائے۔[2]

(کشف المحجوب فارسی، الباب السادس فی الملامۃ، ص:76، سنگِ میل پبلی کیشنز)

سیدنا ذوالنورین کا عمل: فیضِ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا: سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دورِ خلافت میں ایک دن اپنے کھجوروں کے باغ سے تشریف لا رہے تھے اور لکڑیوں کا ایک گٹھا اپنے سر پر رکھا ہوا تھا، حالانکہ اُس وقت آپ 400 غلاموں کے مالک تھے، لوگوں نے عرض کی: امیر المؤمنین یہ کیا حال ہے؟ (کسی خدمت گزار کو حکم فرما دیں، خود سر پر بوجھ اُٹھانے کی کیا

---

[1] مزید معلومات کے لیے ملاحظہ کیجیے: https://www.dawateislami.net/islamicportal/ur/farzuloom/ujub

[2] واصل عُجب از دو چیز خیزد: 1) یکی از جاہِ خلق و مدحِ ایشاں، و ایں چناں بود کہ کردارِ بندہ خلق را پسند اُفتد، بروی مدح کنند، و اُو براں معجب شود۔ 2) و دیگر کردارِ کسے مر آن کس را پسند افتد و خود را شایستہ داند، بدان معجب شود.

نوٹ: اِس مقام پر سنگِ میل والے نسخہ میں کتابت کی ایک دو اغلاط ہیں، جن کی درج بالا میں تصحیح کر دی گئی ہے۔

ضرورت ہے؟) فرمایا: اُرِیْدُ اَنْ اُجَرِّبَ نَفْسِیْ. میں اپنے نفس کا تجربہ کرنا چاہتا ہوں۔ اگرچہ میرے پاس غلام ہیں جو یہ کام کر سکتے ہیں، مگر میں چاہتا ہوں کہ اپنے نفس کا امتحان لوں کہ کہیں لوگوں میں عزت کی وجہ سے وہ اِس کام سے انکار تو نہیں کرتا۔[1]

(کشف المحجوب فارسی، الباب السادس فی الملامۃ، ص:79، سنگِ میل پبلی کیشنز)

اپنے عیبوں پر نظر: شریعتِ مطہرہ نے حکم فرمایا ہے کہ انسان اپنی خوبیوں کو دیکھنے کے بجائے اپنے عیبوں پر نظر رکھے اور اُنھیں دُور کرنے کی کوشش کرے، یوں اللہ تعالیٰ اُسے خود پسندی اور تکبر سے محفوظ رکھے گا۔

داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث پاک ذکر کی: إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا بَصَّرَهٗ بِعُيُوْبِ نَفْسِهٖ. یعنی "جب اللہ تعالیٰ بندے کے ساتھ بھلائی کا اِرادہ فرماتا ہے (نوازنا چاہتا ہے) تو اُسے ایسی بصیرت عطا فرما دیتا ہے کہ اُسے اپنے نفس کے عیب نظر آنے لگتے ہیں۔" (کشف المحجوب، الباب الثامن فی ذکر ائمتہم من اہل البیت، ص:104، سنگِ میل پبلی کیشنز)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خطبہ روایت کیا، جس میں یہ جملے بھی ہیں: طُوْبٰى لِمَنْ شَغَلَهٗ عَيْبُهٗ عَنْ عُيُوْبِ النَّاسِ... یعنی "اُس شخص کو مبارک ہو جو اپنے عیبوں کو تلاش کر کے اُنہیں دور کرنے میں اتنا مصروف ہے کہ اُس کی نظر لوگوں کے عیبوں پر پڑتی ہی نہیں"۔ (مسند البزاز، حدیث:6237)

اِن تمام روایات میں سبق ہے کہ خود پسندی کا شکار نہ ہوں۔ اپنی خوبی کو اپنا کمال نہ سمجھیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا سمجھیں۔ نیز اِس خوش فہمی میں مبتلا نہ ہوں کہ یہ خوبی ہمارے پاس ہمیشہ رہے گی، ہمیشگی فقط ذاتِ باری تعالیٰ اور اُس کی صفات کے لیے ہے، باقی سب کچھ فانی ہے۔ اگر انسان اِس حقیقت کو سمجھ لے تو دولت واقتدار سمیت تمام نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری میں استعمال کرے۔

عرسِ مبارک

دُنیا بھر کے سُنّی مسلمان بزرگانِ دین کے ایامِ وصال پر اُن کے اَعراس مناتے ہیں۔ اِس سلسلے میں صاحبِ عُرس کے مزار پر حاضری دی جاتی ہے، قرآنِ مجید اور دیگر کلماتِ خیر کی تلاوت کی جاتی ہے، عُرس والے کی سیرت بیان کی جاتی ہے، مخلوقِ خدا کو کھانا وغیرہ (لنگر) پیش کیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ سب ثواب کے کام ہیں اور عرس کا مقصد بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے صاحبِ عرس کو ایصالِ ثواب کیا جائے اور اُن کی سیرت کے بارے میں جان کر اُن کی پیروی کی جائے؛ تاکہ اُن کی محبت میں اضافہ ہو۔

---

[1] مرا غلامان ہستند کہ این کار بکنند، ولیکن می خواہم کہ من نفسِ خود را تجربہ کنم؛ تا جاہ خلق ورا از ہیچ کاری باز دارد؟

عُرس کے مقصد پر غور کرنے سے دو طرح کی غلط فہمیوں کا اِزالہ ہو جاتا ہے:

1) کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ عرس شرک وبدعت ہے؛ کیونکہ سرکارِ دوعالم ﷺ کے زمانے میں کسی کا عرس نہیں ہوتا تھا۔ یہ خیال اِس لیے غلط ہے کہ عرس کا مقصد ایصالِ ثواب ہے اور ایصالِ ثواب خود نبیِ رحمت ﷺ نے تعلیم فرمایا ہے۔[1]

2) بعض جاہل عرس کے موقع پر غیر شرعی کام کرتے ہیں اور عرس کو میلہ سمجھتے ہیں۔ یہ رویّہ اِس لیے غلط ہے کہ جب عرس کا مقصد ایصالِ ثواب ہے تو ضروری ہے کہ شریعت کے مطابق ایسے کام کیے جائیں جن پر ثواب ملتا ہے، اگر ثواب کا کام ہی نہ ہو تو ثواب کہاں ملے گا؟ اور ثواب ملا ہی نہیں تو ایصالِ ثواب کیسے ہو سکے گا؟

فیضِ عالم اور حاضری: کسی بزرگ کے عرسِ مبارک پر اُس کی بارگاہ میں حاضری پیش کی جاتی ہے۔ کشف المحجوب میں فیضِ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بزرگوں کے پاس حاضری کے اپنے کئی واقعات اور اُن کی برکتیں ذکر فرمائی ہیں۔

آپ نے ایک سفر کا واقعہ یوں لکھا: (ازبکستان کے علاقے) فَرغانہ کے ایک گاؤں کا نام سَلاتک ہے، وہاں ایک بزرگ رہتے تھے جو اَوْتاد میں سے تھے (جن اولیا کے ذمے اُمورِ کائنات کی تدبیر ہوتی ہے اُن میں اعلیٰ درجہ اولیا کو اوتاد کہا جاتا ہے)،[2] اُن کے ہاں فاطمہ نامی ایک بُڑھیا بھی ہوتی تھی۔ مَیں نے اُن کی زیارت کا اِرادہ کیا، جب میں اُن کے پاس پہنچا تو اُنھوں نے پوچھا: کس لیے آئے ہو؟ مَیں نے عرض کی: «تا شیخ را به بینم بصورت، و وی به من نظری کند بشفقت.» حاضری کا مقصد یہ ہے کہ مَیں آپ کی زیارت کروں اور آپ مجھ پر نگاہِ شفقت فرمائیں۔ (یہ خوب صورت جملہ تربیت کرتا ہے کہ جب انسان اللہ تعالی کی رضا کے لیے کسی بزرگ کے پاس حاضر ہو تو نیت کیا ہونی چاہیے)

اُنھوں نے فرمایا: «ای پسر! من خود تُرا از فلاں روز باز می بینم، تا از مَنَت غایب نگردانند می خواهمت دید» بیٹا! تم فلاں دن سے میری نظروں میں ہو، جب تک تم میری نظروں سے اُوجھل نہیں کر دیے جاتے مَیں تمھیں دیکھتا رہوں گا۔

فیضِ عالم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب مَیں نے سال اور دنوں کا حساب کیا تو پتا چلا کہ جس دن کا اُنھوں نے ذکر فرمایا ہے وہ میری توبہ کا پہلا دن تھا (اُن کی غائبانہ توجہ کی برکت سے مجھے اُسی دن خصوصی رحمت نصیب ہوئی تھی)۔

---

[1] اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے: أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: إِنَّ أُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَأُرَاهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ، أَفَأَتَصَدَّقُ عَنْهَا؟ قَالَ: «نَعَمْ تَصَدَّقْ عَنْهَا». ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی: میری والدہ اچانک وفات پا گئیں (کچھ وصیت کرنے کا موقع نہیں ملا)، میرا خیال ہے کہ اگر وہ کچھ کہہ پاتیں تو صدقہ کرتیں، کیا مَیں (اُن کے ایصال ثواب کے لیے) اُن کی طرف سے صدقہ کروں (اُنھیں ثواب پہنچے گا)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں! اُس کی طرف سے صدقہ کرو۔ (صحیح بخاری، حدیث: 2760)

[2] لوگ اُنھیں "بابِ عمر" کہتے تھے؛ کیونکہ اُس علاقے کے لوگ بزرگوں کو "باب" کے لقب سے پکارتے تھے۔

پھر اُنھوں نے فرمایا: «ای پسر! سپردنِ مسافت کارِ کُودکان بود، از پسِ این زیارت به همت کن؛ که در حضور اشخاص هیچ چیز نبسته است.» بیٹا! مسافت طے کرنا بچوں کا کام ہے، اب جب بھی زیارت کرنا چاہو تو توجّہ اور ہمّت کے ساتھ زیارت کرنا؛ کیونکہ جسم کے آمنے سامنے ہونے سے کچھ نہیں ہوتا۔ (جسمانی طور پر حاضر ہو جانے سے وہ فیض نہیں ملتا جو بزرگوں کی طرف توجہ، اُن کی تعلیمات پر عمل اور اُن کی بارگاہ میں روحانی حاضری سے فیض ملتا ہے)

فیضِ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا: پھر اُنھوں نے فرمایا: فاطمہ! جو موجود ہے لے آؤ؛ تاکہ یہ درویش اُسے کھائے۔ وہ تازہ انگوروں کا ایک تھال لائی، حالانکہ وہ انگوروں کا موسم ہی نہیں تھا، اُس میں کچھ کھجوریں بھی تھیں، حالانکہ اُس علاقے میں کھجوریں ہونا ناممکن ہے۔ (یہ اُن کی کرامت تھی کہ بے موسم انگور بھی کھلائے اور وہاں کھجوریں کھلائیں جہاں کھجور ملتی ہی نہیں)

(کشف المحجوب، الباب الرابع عشر، فی آخر کرامات الاولیا، ص:291)

غیر شرعی اُمور: بہت سے جاہل لوگ عرسِ مبارک کے موقع پر غیر شرعی حرکتیں کرتے ہیں۔ یہ سب فیضِ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کے خلاف ہے۔

- کشف المحجوب کا پہلا باب علمِ دین کے بارے میں ہے، یہ تربیت ہے کہ علمِ دین کے بغیر اعمال درست نہیں ہو سکتے۔
- کشف المحجوب کے آخر میں کئی ابواب سماع سے متعلق ہیں، جن میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شرائط بیان فرمائیں کہ سماع کب اور کہاں جائز ہے اور کن آداب کے ساتھ جائز ہے۔
- کشف المحجوب کے 37 ویں باب کا عنوان ہی "رقص" رکھا اور فرمایا: شریعت و طریقت میں رقص کی کوئی اصل نہیں۔

حرفِ آخر

اِس وقت فیضِ عالم داتا گنج بخش علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا 979واں عرس مبارک جاری ہے۔ عرسِ مبارک کا مقصد ایصالِ ثواب کے ساتھ ساتھ آپ کی محبت میں اِضافہ اور آپ کی تعلیمات سے راہ نمائی حاصل کرنا ہے۔

آپ کے مزارِ پُرانوار پر حاضری فیض حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ حضرت شیر ربانی میاں محمد شرقپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس شخص کے پاس مدینہ منورہ پہنچنے کے لیے خرچ نہ ہو وہ لاہور جا کر داتا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار کی زیارت کرے۔

(چشمۂ فیض گنج بخش، ص44)

کشف المحجوب کے مطابق بزرگوں کی تعلیمات پر عمل اور رُوحانی توجہ ایسی دولت ہے جس کی برکت جسمانی حاضری سے بھی زیادہ ہے، لہٰذا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ کشف المحجوب کا مطالعہ اور اُس پر عمل آپ سے فیض یاب ہونے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔

گفتگو کے آخر میں ایک اہم بات کی طرف اِشارہ کرنا مقصود ہے۔ 2018ء میں پاکستانی پارلیمنٹ نے ایک ایکٹ پاس کیا جس میں ترمیم کے لیے سینٹ آف پاکستان میں بل پیش کیا گیا ہے۔ اِس ایکٹ کا نام (ٹرانس جینڈر [Transgender] پرسنز (پروٹیکشن آف رائٹس) ایکٹ ہے۔

اِس ایکٹ کے مطابق کوئی بھی شخص متعلقہ ادارے سے رجوع کرکے اپنی جنس تبدیل کرواسکتا ہے، نہ تو کسی میڈیکل بورڈ کی ضرورت ہے اور نہ ہی کسی سرٹیفکیٹ کی۔ ظاہر ہے کہ اِس طرح دیگر کئی خرابیوں کے ساتھ ساتھ ہم جنس پرستی کا بھی راستہ کھلتا ہے حکومت کو چاہیے کہ ایکٹ سے متعلق شرعی تقاضوں کو پورا کرے اور اِس سے پیدا ہونے والی خرابیوں کا سدباب کرے۔

اللہ تعالیٰ فیضِ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے درجات میں بے پناہ بلندیاں عطا فرمائے۔ آپ کے صدقے ہماری بخشش و مغفرت فرمائے اور ہمیں آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق سے نوازے۔ ربّ تعالیٰ سیلاب زدگان کی مشکلات کو آسان فرمائے اور ہمیں اُن کی مدد کرنے کا جذبہ عطا فرمائے۔ مالکِ قدّوس مُلکِ پاکستان کو ہر قسم کے بحرانوں سے نجات دے اور کشمیر و فلسطین سمیت دنیا بھر کے دیگر مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے۔

آمین بجاہ النبیِّ الکریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم